ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

شعیب اجمل

بی ایس۔ اسکالر، شعبہ اردو، ولایت حسین اسلامیہ گریجوایٹ کالج ملتان۔

ثروت تنویر

پی ایچ ڈی۔ اسکالر، شعبہ اقبالیات ، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد۔

ممتاز اطہر کے اشعار میں ماحولیاتی پہلوؤں کا جائزہ (ماحولیاتی تنقیدی مطالعہ)

Shoaib Ajmal*
BS Scholar, Department of Urdu, Wilayat Hussain Islamia Graduate College, Multan.
Sarwat Tanveer
P.hd scholar, Department of Urdu, AIOU, Islamabad.

***Corresponding Author:** ajmalshoaib984@gmail.com

An Overview of Environmental Aspects in the Poetry of Mumtaz Athar (Environmental Critical Studies)

ABSTRACT
Eco-criticism is a theory that prioritizes life centralism over human centralism. This theory speaks of protecting the rights of other species. Mumtaz Athar is an Urdu poet from Multan. He has warned of environmental hazards in his poetry. Native plants, birds and river conservation have spoken of.For them, environmental protection should be protected from the dangers faced by trees and birds. He has taken a defiant approach in his poetry so that the reader can consider environmental issues.

Key Words: *Eco-criticism, Nature Writing, Pastoralism, Mumtaz Athar.*

انسانی تہذیب کے آغاز سے لے کر بیسویں صدی تک مختلف نظریات اور تصورات کا محور انسان ہی رہا۔ لیکن بیسویں صدی کے وسط آخر سے کچھ مفکرین نے 'بشر مرکزیت' کی بجائے ' حیات مرکزیت' پر زور دیا۔ اب تک پیش کیے جانے والے نظریات میں 'حیات مرکزیت' واحد ایسا نظریہ تھا جو انسان کے متعلق نہیں بلکہ انسان کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

اجارہ داری کا استرداد تھا۔ اس نظریے کے تحت انسان کو 'زمینی اخلاقیات' سے آگاہ کیا گیا۔ ماحولیات پسند مفکرین نے اس موضوع پر متعدد مضامین، مقالات اور کتابیں لکھیں لیکن اس تحریک کو دیگر تحریکوں کی مانند پزیرائی حاصل نہیں ہوئی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ابتدا میں اس تحریک کو باقاعدہ ماحولیاتی نقاد میسر نہیں آئے، لیکن آہستہ آہستہ اس تحریک نے زور پکڑنا شروع کیا اور اس کے تصورات نے مفکرین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔ دیگر موضوعات کی مانند اس موضوع پر بھی پہلے پہل مغربی نقادوں نے اس تحریک میں اہم کردار ادا کیا، بعد ازاں اردو دنیا نے اس طرف اپنی توجہ منعطف کی۔

اردو ادب میں بھی علی گڑھ اور انجمن پنجاب تحریک کے تحت فطرت کی عکاسی پر زور دیا گیا۔ اس حوالے سے متعدد نظمیں تخلیق کی گئیں، لیکن باقاعدہ طور پر مجید امجد نے ماحولیات کے موضوع پر نظمیں کہیں جن میں انسانی برتری کو رد کیا گیا تھا۔ اکیسویں صدی میں اس نظریے کے تحت مختلف نقادوں نے قلم اٹھایا اور اردو فن پاروں میں ماحولیاتی پہلوؤں کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اس وقت ماحولیات کا موضوع اردو ادب کے لکھاریوں کا پسندیدہ موضوع بن چکا ہے۔ جس کی بدولت شعر و ادب کے قاری کو اس خطے کے ماحولیاتی مسائل کا ادراک ہو رہا ہے۔

ممتاز اطہر (۱۹۴۷ئ) کے نزدیک درختوں اور پرندوں کی معدومیت ہی ماحولیاتی بحران کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ درخت اور پرندے ماحول کو ساز گار اور رہائش کے قابل بناتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے شاعری میں پیڑ اور پرندوں کے معدوم ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ وہ پیڑ اور پرندوں کے معدوم ہونے کی وجہ معلوم کرنے کے لیے استفہامیہ انداز اپناتے ہیں۔ سوال اٹھانا دراصل جواب ڈھونڈنے کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ انہوں نے اس لیے بھی استفہامیہ انداز اپنایا ہے کہ قاری کی ذہنی پرورش کی جاسکے اور خود اپنے مشاہدے کے ذریعے پیڑوں اور پرندوں میں کمی کی وجوہات جان سکے۔ اس تناظر میں ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جب وہ چڑیاں کہیں دور ہی جا بسی ہیں تو پھر
میری شاخوں میں کیوں چہچہاتی ہوئی شام ہے (۱)

.....

پرندے تو چلو سہمے ہوئے ہیں
ہوا کیوں شاخچوں میں چھپ رہی ہے (۲)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

چلو شجر تو کسی نے منسوخ کر دیے تھے
یہاں پرندوں کی ڈار بھی تھی کہاں گئی وہ(۳)

.....

پرندے کینوس میں کیوں نہیں ہیں
یہ جنگل شہر کی تصویر ہے کیا؟(۴)

چڑیا سب سے خوبصورت اور معصوم پرندوں میں سے ایک ہے۔ ہر سال ۲۰ مارچ کو پاکستان سمیت دنیا بھر میں چڑیوں کی حفاظت کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کو اس لیے منایا جاتا ہے تاکہ گھروں کی خوبصورتی کا باعث بننے والی چڑیوں کی تیزی سے ختم ہوتی نسل کو بچانے کے لیے عوام میں شعور اجاگر کیا جاسکے۔ چڑیا ایسا ننھا اور حسین پرندہ ہے جسے سب پسند کرتے ہیں۔ لیکن اب یہی چڑیا اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے۔ گھروں میں بسیرا کرنے کی وجہ سے اسے گھریلو چڑیا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ گھروں کی چھتوں ستونوں اور روشن دانوں میں گھونسلا بناتی ہے۔ اب پکے گھروں اور طرز تعمیر میں بدلاو کے بدولت چڑیوں کو گھونسلا بنانے کی جگہ میسر نہیں اس لیے چڑیا ہجرت کر رہی ہے۔

ممتاز اطہر اپنے اشعار کے ذریعے چڑیوں کے ہجرت کی نشاندہی اور انسانی بے حسی سے آگاہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان کو چڑیوں کی ہجرت کا دکھ ہونا چاہیے تھا اور اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہیے تھا۔ لیکن آج کا انسان فطرت سے بہت دور ہو چکا ہے۔ اسے ماحول میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ شاعر کے نزدیک اس کے گھر میں چہچہاہٹ چڑیوں کی بدولت تھی۔ لیکن چڑیوں کے ہجرت کر جانے کے بعد چہچہاہٹ موجود ہے یعنی کہ انسان اتنا بے حس ہو چکا ہے کہ اسے چڑیوں کے ہجرت کر جانے کا احساس تک بھی نہیں ہوا۔ انسان کو ماحول سے متعلق اپنے رویے پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

فضائی آلودگی بھی جانور اور پرندوں کی بقا کے لیے ایک خطرہ بنی ہوئی ہے۔ صنعتوں اور نقل ہو حمل کے ذرائع جیسے کاریں، طیارے اور بحری جہازوں کے ذریعے فضائی آلودگی کا سبب بن رہے ہیں۔ کاربن مونو آکسائیڈ، نائٹروجن آکسائیڈ اور اوزون میں تشکیل پانے والے مادے خارج ہوتے ہیں جو ہوا کو آلودہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ماحولیاتی تحفظ ایجنسی کے مطابق فضائی آلودگی کی وجہ سے ہر سال ایک لاکھ چالیس ہزار اموات ہوتی ہیں۔ ممتاز اطہر بھی شعر میں فضائی آلودگی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے مطابق فضا کے آلودہ ہونے کے باعث پرندے بھی ڈرے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہوئے ہیں۔ پرندوں کو درپیش خطرات میں سب سے بڑا خطرہ فضا کا آلودہ ہونا ہے۔ دوسرے شعر میں پرندوں کی اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے خوشگوار فضا اور پرندوں کی سکونت درختوں کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

تیسرے شعر کے پہلے مصرعے میں "کسی" لفظ کا استعمال اپنے اندر معنوی جہاں بسائے ہوئے ہے۔ دراصل اس لفظ کے استعمال سے شاعر قاری سے چاہتا ہے کہ وہ خود پیڑ کاٹنے والوں کی نشاندہی کرے۔ ہر خطے میں پیڑ کاٹنے کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں۔ کہیں فصل اگانے کے لیے تو کہیں سڑکوں اور مکانوں کی تعمیر کے لیے پیڑ کاٹے جا رہے ہیں۔ "کسی" کے لفظ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر پیڑ کاٹنے والے کے لیے یہ شعر کہا گیا ہے۔ شاعر کے نزدیک درختوں کے کٹنے کی وجہ سے پرندوں کی ایک بڑی قطار بھی منظر سے غائب ہو چکی ہے۔ کیونکہ پیڑوں اور پرندوں کا وجود ایک دوسرے کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر کسی خطے سے پیڑ کاٹ دیے جائیں تو وہاں سے پرندے بھی ہجرت کر جاتے ہیں، پرندوں کا مسکن پیڑ ہیں۔ اگر کسی کا مسکن تباہ کر دیا جائے تو وہ اپنے لیے مسکن ڈھونڈے گا یا نیا بنائے گا۔ جیسے انسان گھر کے بغیر رہنے کا تصور نہیں کر سکتے ویسے ہی پرندے پیڑوں کے بغیر نہیں رہ سکتے اس شعر کی معنویت میں گہرائی اور موضوع میں بہت وسعت ہے۔

شہروں میں منفرد رنگوں اور خوش آواز پرندوں کے معدوم ہونے کا خطرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ پاکستان میں خوش آواز پرندوں کی تجارت نے ان کو معدومیت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ کیونکہ پیاری آوازوں والے پرندے سب سے زیادہ شکاریوں کا ہدف بنتے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق خاص طرح کے پروں والے پرندے بھی زیادہ خطرے کی زد میں ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو پکڑ کر فروخت کر دیا جاتا ہے۔

محققین کا کہنا ہے کہ تجارت کے لیے ان پرندوں کی افزائش نسل سے مدد مل سکتی ہے۔ اگر یوں ہی جنگلات سے پسندیدہ اور خوش رنگ پرندوں کو پکڑا جاتا رہا تو باقی رہ جانے والے پرندے سادہ ہوں گے خوشنما نہیں۔ اگر آخری شعر کو اسی تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تجارت کی غرض سے بڑی تعداد میں پرندوں کو پکڑا جا رہا ہے۔ اس لیے شاعر کے نزدیک جنگل شہر کی تصویر پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ جنگل میں بھی پرندوں کی بقا کو خطرہ ہے اور پرندے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ شاعر استفہامیہ انداز اپنا کر قاری کے ضمیر کو جھنجوڑنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ قاری پرندوں کے معدوم ہونے کی وجوہات ڈھونڈ سکے اور اپنے گریباں میں جھانک سکے۔ خوبصورت پروں اور خوش رنگ و آواز والے پرندے جنگلات میں بھی معدوم ہونے کے خطرے سے دوچار ہیں۔ کیونکہ انسان تجارت کی غرض سے بڑے پیمانے پر ان کا شکار کر رہا ہے۔ شہروں میں تو ان پرندوں کی نسل معدوم ہو ہی چکی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

ممتاز اطہر اپنی شاعری میں گزرے دنوں کو یاد کرتے ہیں۔ انسان کی عادت ہے کہ وہ مشکل حالات میں آسودگی بھرے دنوں کو یاد کرتا ہے۔ وہ ان دنوں کو یاد کرتے ہیں جب گھر کے آنگن میں پیڑ اگائے جاتے تھے اور پرندوں کا شور سنائی دیتا تھا۔ اسی تناظر میں ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

پرندے جھولتے تھے خواہشوں کی ڈالیوں پر
اور ان کی خوش نوائی جنگلوں کے ہاتھ میں تھی (۵)

.....

اپنی بستی میں جو بوڑھا پیڑ تھا
دھوپ میں وہ یاد آیا دیر تک (۶)

.....

کچھ پیڑ تھے نیم اور پیپل کے، کچھ چڑیاں ہم سے واقف تھیں
کیا کیا نہ شناسا تھے اپنے، اب اپنا شناسا کوئی نہیں (۷)

.....

دشت کی دھوپ میں مجھے اطہر
چھاؤں یاد آئی برگدوں والی (۸)

.....

جیسا کہ پہلے بات ہو چکی ہے کہ پرندے اور درخت ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔ درخت پرندوں کا مسکن ہیں اور پرندے درختوں کی رونق ہیں۔ شاعر کے نزدیک پہلے سب برابر تھے۔ کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں تھی۔ پرندوں کی بقا پیڑوں کے ہاتھ میں تھی اور اس وقت درخت ہی پرندوں کو ان کا مسکن میسر کرتے تھے۔ لیکن جیسے جیسے انسانی تہذیب کا ارتقاء شروع ہوا انسان نے دوسرے جانداروں پر تفوق حاصل کرنا شروع کر دیا اور خود کو تمام جانداروں پر برتر سمجھ کر بشر مرکزیت کے نظریے پر چلنا شروع کر دیا۔ اس نظریے کے تحت انسان نے پرندوں اور درختوں سے ان کی خود مختاری کو چھین لیا اور اپنی اغراض کی تکمیل کے لیے پرندوں کا شکار کرنے کی ساتھ ساتھ درخت بھی کاٹنے لگا۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

اس نظریے کے رد عمل کے طور پر ماحولیات پسند مفکرین نے حیات مرکزیت کا فلسفہ پیش کیا۔ اس فلسفے کی بنیاد برتر کی بجائے برابری پر رکھی گئی جس میں کسی جاندار کو دوسرے پر برتری اور استحصال کرنے کا حق تفویض نہیں کیا گیا۔ اگر اس نظریے کو عملی جامہ پہنایا جائے تو پرندوں اور درختوں کو درپیش خطرات کافی حد تک کم ہو سکتے ہیں۔ پرندے پھر سے درختوں پر بسیرا کر سکتے ہیں اور خوشگوار ماحول کی تصویر پیش کر سکتے ہیں۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ وقت کے بدلتے ہوئے دھارے کے ساتھ خود کو تبدیل تو کرتا ہے لیکن کبھی اپنے ماضی کو فراموش نہیں کرتا۔ آج کا انسان وقت کی ضرورت کے تحت اپنے رہن سہن اور طرز تعمیر کو تبدیل کر چکا ہے۔ آبادی کے بڑھنے کے پیش نظر اب گھر چھوٹے مگر بلند و بالا تعمیر کیے جانے لگے ہیں۔ اس کے باوجود انسان پرانی طرز تعمیرات کو نہیں بھول سکا۔ جب گھروں کے آنگن کشادہ بنائے جاتے تو ان آنگنوں میں پیڑ بھی اگائے جاتے تھے۔

انسان اپنے ماضی کو اس وقت اور بھی زیادہ شدت سے یاد کرتا ہے جب اسے اپنے کیے پر ندامت محسوس ہو۔ دوسرے شعر میں شاعر بھی اس وقت کو یاد کر رہا ہے جب اس کے گھر کے آنگن میں بوڑھا پیڑ موجود تھا۔ جس کی رفاقت میں اس نے اپنی زندگی کے کئی برس گزارے۔ لیکن وقت کی ضرورت سمجھ کر اس نے پیر کاٹ ڈالے اور اب اپنے کیے پر ندامت محسوس کر رہا ہے۔ کیونکہ اسے اپنے غلطی کا ادراک ہو چکا ہے۔ ایسا ضرور ہے کہ وقت کی ضرورت اور بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر انسان کھلے اور کشادہ گھر بنانے کی بجائے چھوٹے اور بند مکان تعمیر کرنے لگا ہے لیکن ان سب کے باوجود انسان کو اب بھی چاہیے کہ گھر بناتے وقت درخت اگانے کی جگہ ضرور رکھے تاکہ مستقبل میں اپنے کیے پر نادم نہ ہو۔

انسان کو فطرت کی قربت اختیار کرنے سے ذہنی آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ آج کا انسان فطرت سے دوری کے باعث ذہنی انتشار کا شکار ہے۔ تیسرے شعر میں شاعر مقامی پرندے اور درختوں کے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت کو بیان کرتا ہے۔ پہلے وقتوں میں پنکھوں جیسی سہولت نہ ہونے کے باعث لوگ موسم گرم میں درختوں کی چھاوں تلے بیٹھا کرتے تھے۔ نیم اور پیپل کے پیڑ گھر کے آنگن میں اگائے جاتے تھے۔ نیم اور پیپل مقامی درخت ہیں جن پر چڑیاں گھونسلے بناتی ہیں۔ کیونکہ پرندے مقامی درختوں سے مانوس ہو چکے ہوتے ہیں۔ شاعر ماضی کے دنوں کو یاد کر کے افسردہ دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کا آپس میں اور فطرت کے ساتھ تعلق مضبوط بنیادوں پر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

استوار تھا۔ انسان درختوں کی چھاوں تلے بیٹھ کر مختلف معاملات پر گفتگو کرتے تھے اور چڑیوں کے چہچہاہٹ سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

دراصل پہلے والے انسانوں کے دوست پیڑ اور پرندے ہوتے تھے۔ کیونکہ انسانوں کا زیادہ تر وقت انہی کے ساتھ گزرتا تھا۔ آج کا انسان پیڑ اور پرندوں سے دور ہو کر تنہائی کا شکار ہو چکا ہے اور اب اسے ذہنی آسودگی حاصل نہیں ہو رہی۔ شاعر نے بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نیم اور پیپل کی چھاوں میں بیٹھ کر چڑیا کو دوست مانتے تھے۔ لیکن اب نیم اور پیپل کے درخت آنگن میں نہ ہونے کی وجہ سے چڑیاں ہجرت کر گئی ہیں۔ اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ تنہائی نے شاعر کو اپنی لپٹ میں لے لیا ہے اور کسی سے وہ شناسا نہیں ہیں۔ انہیں ایک اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔

جس طرح برگد کا پیڑ گھنا اور بڑا ہوتا ہے اسی طرح اس کی عمر بھی طویل ہوتی ہے۔ پہلے نہروں کے کناروں اور چوپالوں میں برگد کا پیڑ دیکھنے کو ملتا تھا۔ لیکن اب اس پیڑ کی پیداوار میں بتدریج کمی واقع ہو رہی ہے۔ کیونکہ جو بوڑھے برگد کے پیڑ ہیں ان کو کاٹا جا رہا ہے اور بدلے میں برگد کے نئے پیڑ بھی نہیں اگائے جا رہے۔ ان تمام اشعار میں ماضی کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ شاعر جب ماضی کو یاد کرتا ہے تو اسے ندامت کا احساس ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ پیڑ اور پرندے ماحول کو خوشگوار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہیں۔

انسان کو پیڑ اور پرندوں کے ساتھ پھر سے دوستی والا تعلق استوار کرنا ہوگا۔ ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر پیڑ اور پرندوں کی اہمیت سے واقف ہو چکا ہے اور پھر سے فطرت کے قریب ہو کر پیڑ اور پرندوں کا تحفظ اور ان کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے۔

ممتاز اطہر نے اپنی شاعری میں سب سے زیادہ پرندوں اور درختوں کے معدوم ہونے کے خطرے سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں پرندوں کو درپیش مسائل سے آگاہ کرتے ہوئے ان مسائل کی وجوہات کا بھی احاطہ کیا ہے۔ ان کے نزدیک بڑھتی ہوئی فضائی آلودگی پرندوں کے معدوم ہونے کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ یہی فضائی آلودگی نہ صرف پرندوں کی بقا کے لیے خطرہ ہے بلکہ اوزون لیئر کو بھی تباہ کر رہی ہے۔ اگر فضا کے آلودہ ہونے کی وجوہات بیان کی جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان فضا کو آلودہ کرنے میں بہت اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ فضائی آلودگی اور پرندوں کو درپیش مسائل سے آگاہ کرتے ہوئے ممتاز اطہر لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

تم کبھی غور سے سنو ان کو
پنچھیوں کی کتھائیں ہوتی ہیں (۹)

.....

جال ہے کیا کوئی فضاوں میں؟
ہے پرندوں سے آسماں خالی (۱۰)

.....

پرندے ان کے قریب آتے جھجک رہے تھے
وہ جن درختوں کا اپنا کوئی نسب نہیں تھا(۱۱)

.....

ایسا نہیں ہے کہ صرف انسان ہی جذبات اور احساسات کا مالک ہے بلکہ پرندے بھی احساسات اور جذبات رکھتے ہیں۔ لیکن ان کو کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ فطرت کے ساتھ رہتے ہوئے خود کو فطرت کا حصہ تصور کرنے والا انسان پرندوں سے بات کر سکتا تھا۔ اس انسان کو یہ معلوم تھا کہ پرندے کب اور کیوں اداس ہوتے ہیں۔ اس وقت کے بچے بھی پرندوں کی پریشانی بھانپ کر اس کا اسی وقت سدباب کرتے تھے۔ پرندے بھی انسان کے بیچ رہتے ہوئے کوئی خوف محسوس نہیں کرتے تھے۔ انسان کی سائنسی ترقی نے اس کو پرندوں سے دور بہت دور کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پرندے اور انسان ایک دوسرے کے ساتھ اجنبیت محسوس کرنے لگے۔ ہیں اسی لیے آج کا انسان پرندوں کی زبان سمجھنے سے قاصر ہے۔

دراصل ٹیکنالوجی نے انسان کو صرف پرندوں سے ہی دور نہیں کیا بلکہ انسان کو انسان سے بھی دور کر دیا ہے۔ شخصی تنہائی اس قدر بڑھتی جا رہی ہے کہ ایک انسان دوسرے کے جذبات و احساسات کو بھی نہیں سمجھ پا رہا جہاں انسان ایک دوسرے کو نہ سمجھ پا رہے ہوں وہاں انسان کا پرندوں کے جذبات و احساس سے واقفیت حاصل کرنا اور ان کے مسائل کو حل کرنا بہت مشکل ہے۔ شعر میں پرندوں اور انسان کے درمیان پیدا ہونے والی دوری کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ انسان کو سوچنا چاہیے کہ وہ فطرت کے قریب ہو کر اور اس کا تحفظ کر کے دراصل خود کے لیے ساز گار ماحول پیدا کر رہا ہے۔ انسان اور پرندوں کا ایک دوسرے سے دور ہو جانا دونوں کی بقا کے لیے خطرناک

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہو گا۔ انسان کو چاہیے کہ خود کو دوسرے جانداروں سے برتر سمجھنے کی بجائے تمام جانداروں کو اپنے برابر سمجھے اور برابری کے حق دے۔ ایسا کرنے سے دنیا کی عمر میں بھی اضافہ ہو گا۔

پرندوں کی بقا کو سب سے زیادہ خطرہ فضائی آلودگی سے ہے۔ اس کے سبب بہت سے پرندے شہر سے ہجرت اور بہت سے معدومیت کے خطرے سے دوچار ہیں۔ موبائل فون ٹاورز بھی شہر سے پرندوں کی ہجرت کا ایک بنیادی سبب ہیں۔ ان کے باعث پرندے راستہ بھول جاتے ہیں اور ان کے سگنلز پرندوں کی ذہنی صحت کے لیے نقصان دہ ہےں۔ شہروں میں صنعتوں اور گاڑیوں کا دھواں بھی ان کی بقا کے لیے خطرہ ہے۔ بجلی کی تاروں کے باعث تغدار جیسا پرندہ بھی معدومیت کے قریب ہے۔ شہروں میں پیڑوں کی تعداد بھی بہت کمی ہو رہی ہے۔ اس کمی کے باعث پرندے بڑی تعداد میں ہجرت کر رہے ہیں۔

شہروں میں پرندوں کو بسیرا کرنے کی جگہ میسر نہیں آتی۔ شاعر نے استفہامیہ انداز میں فضائی آلودگی کے بارے میں بتایا ہے۔ اس کے نزدیک فضا کا آلودہ ہونا اس قدر خطرناک ہے کہ اب آسمان پر ایک بھی پرندہ نظر نہیں آتا اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر جیسے پرندوں کے لیے کوئی جال بچھایا ہوا ہے۔ جس کے باعث پرندے اڑنے سے بھی کترانے لگے ہیں۔ دراصل شعر میں آنے والے دنوں کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ اگر یوں ہی فضائی آلودگی بڑھتی رہی اور اور اس طرف کوئی توجہ نہ کی گئی تو کچھ ہی دنوں میں باقی پرندے بھی ختم ہونے کا خطرہ ہے۔ وہ بھی آسمان پر نظر نہیں آئیں گے۔ بلکہ شہروں سے دور کہیں ہجرت کر جائیں گے۔ آلودہ ماحول کے باعث شہر پرندوں سے خالی ہو جائیں گے۔ ماحولیاتی بحران پیدا کرنے میں سب سے زیادہ عمل دخل شہروں کا ہے۔

درخت انسان کے دوست اور ماحول کے محافظ ہوتے ہیں۔ لیکن تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہماری غلطیوں کی وجہ سے ہمارے محافظ اور دوست ہم سے روٹھ کر ہمارے مخالف ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارے گرد و نواح میں پائے جانے والے تمام درخت ہمارے لیے مفید نہیں ہوتے۔ بلکہ کئی درخت انسانی صحت اور پرندوں پر برے اثرات مرتب کرتے ہیں اور حیاتیاتی آلودگی کا باعث بنتے ہیں۔

ماحولیاتی ماہرین کے مطابق یہ وہ پودے ہیں جو مختلف مقاصد کے لیے ایک خطے سے دوسرے خطے میں لے جا کر لگائے جاتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق پودوں پر مختلف آب و ہوا کے مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یعنی جس پودے کو کسی اور خطے کی زمین اور آب و ہوا موافق ہو اسے کسی دوسرے خطے میں منتقل کیے جانے سے اس پودے کا نئے ماحول کے ساتھ کراس ری ایکشن ہو سکتا ہے۔ دنیا میں ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ بظاہر معصوم

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

نظر آنے والے پودے کو کسی نئے خطے میں منتقل کرنے پر وہاں کے انسانوں پودوں جانوروں اور پرندوں کو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان میں متعدد جگہوں پر ایسے درخت نظر آتے ہیں جنہیں ماحول پر پڑنے والے منفی اثرات کو نظر انداز کر کے لگا دیا گیا۔

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں ۷۰۰ سے زائد بدیسی پودوں کی اقسام موجود ہیں۔ جن میں سے کئی اقسام مقامی پودوں اور جانوروں کے لیے خطرہ بن چکی ہیں۔ اسلام آباد کو سرسبز بنانے کے لیے "گل توت" لگایا گیا۔ لیکن چند ہی سالوں میں یہ اپنے تیز تر پھیلاو کے باعث مقامی انواع کے لیے خطرہ بن گیا۔ پاکستان ریسرچ کونسل کے مطابق الرجی میں مبتلا ہونے والے ۴۵ فیصد افراد "گل توت" سے ہی متاثر ہوئے۔ آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہو گی کہ "کیکر" مقامی درخت نہیں ہے۔ بلکہ اس کا آبائی وطن ویسٹ انڈیز اور میکسیکو ہے۔ پاکستان میں بغیر کسی تحقیق اور منصوبے کے تحت اس کا فضائی چھڑکا کیا گیا جس کی وجہ سے ببول، شیشم اور کئی مقامی جڑی بوٹیاں بری طرح متاثر ہوئیں۔ اسی طرح جنوبی امریکہ سے درآمد شدہ "واٹر فرن" اور "گل بکاولی" اپنے جارحانہ پھیلاو اور منفی خواص کے باعث سندھ کے آبی ایکو سسٹم کے لیے بڑا خطرہ بن چکے ہیں۔

ماحولیاتی آلودگی پر قابو پانے کے لیے بہاولپور میں شجرکاری مہم کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے وہاں لگائے جانے والے پیڑ "کونوکارپس" کے ہیں۔ ماحولیاتی ماہرین کے مطابق "کونوکارپس" ہماری مقامی آب و ہوا کے لیے بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔ کونوکارپس کے درخت دوسرے درختوں کی افزائش پر بھی منفی اثرات ڈالتے ہیں۔ جبکہ پرندے بھی ان درختوں کو اپنے رہائش اور افزائشِ نسل کے لیے استعمال نہیں کرتے۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں سڑکوں کے کناروں پر اس درخت کو تیزی سے کاشت کیا جا رہا ہے جو مستقبل میں مزید ماحولیاتی مسائل کا باعث بنے گا۔

کچھ عرصہ قبل سڑکوں اور نہروں کے کناروں پر حکومت کی طرف سے "یوکلپٹس" اور "چائنہ پاپولر" کے درخت کاشت کیے جاتے تھے۔ جن کے گرے ہوئے پتوں نے مقامی پودوں کی نشوونما کو نابود کر دیا۔ ماہرین کے مطابق سفیدے کا درخت ۲۴ گھنٹوں میں ۷.۵ لیٹر پانی جذب کر کے فضا میں چھوڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے فضا میں نمی کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے نمی کی مقدار انسان کی صحت کے لیے نقصان دہ ہونے کے علاوہ فصلوں پر کیڑے مکوڑوں کے حملے کا بھی باعث بن رہی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

قدرت نے مختلف خطوں کے لیے مختلف نباتاتی انواع تخلیق کی ہیں۔ ہر نوع کی اپنے خطے کے حوالے سے کوئی نہ کوئی افادیت ضرور ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کی وہی فوائد دوسرے خطوں میں بھی سامنے آ سکیں۔ ماہرین نباتات یہ دلچسپ اور حیرت انگیز انکشافات کرتے ہیں کہ اگرچہ پودوں کے دماغ اور خلیات نہیں ہوتے لیکن بعض اقسام کے پودے اپنے حدود ملکیت میں کسی کی دخل اندازی برداشت نہیں کرتے۔ یعنی اس سلسلے میں باقاعدہ خود غرض ہوتے ہیں۔

جب غیر ملکی درخت کسی اور جگہ کاشت کیے جاتے ہیں تو اکثر ناموافق آب و ہوا اور آپس کے مزاج میں مماثلت نہ ہونے کے سبب تصادم کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لہذا کسی دوسرے خطے کی نباتات کو اپنے ہاں متعارف کرانے سے پہلے اس پر تجربات کیے جانے چاہییں اور ان کے نقصانات اور فوائد کا تجزیہ کیا جانا چاہیے۔ پاکستان میں زراعت اور باغبانی کے ماحول کو فصلوں اور باغات کے لیے زیادہ سے زیادہ موافق بنانے کے لیے جہاں دیگر کئی اقدامات کرنے چاہئیں وہاں ساتھ ہی ساتھ ہر علاقے میں ماحول کے مطابق موافق اور ماحول دوست درخت اور پودے لگانے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کے کسی بھی علاقے میں یا کسی بھی شہر میں درخت یا پودے لگاتے ہوئے اسی علاقے یا شہر کے فطری ماحول کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔ حکومت کو چاہیے کہ زرعی ماہرین کی نگرانی میں ایک ٹیم تشکیل دی جائے جس کی زیر نگرانی ماحول دشمن پودوں کی جگہ مقامی آب و ہوا کے مطابق شجر کاری کی جائے۔ بدیسی درختوں سے مقامی پرندے بھی مانوس نہیں ہو سکتے۔ شاعر کے نزدیک بھی جن درختوں کا کوئی نصب نہیں ہے یعنی کہ درآمد شدہ بدیسی درخت ہیں ان پر پرندے بھی بسیرا نہیں کرتے۔ اسی لیے مقامی درختوں کو اگانے پر توجہ دینی چاہیے۔

ممتاز اطہر نے پرندوں اور درختوں میں کمی کی وجہ کو انسانی بے حسی قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک پیڑ کاٹے تو گئے لیکن اگائے نہیں گئے۔ جس کی وجہ سے پرندے بھی دوسرے علاقوں میں ہجرت کرتے جا رہے ہیں۔ انسان کی فطرت سے دوری اس کے لیے بہت سے مسائل پیدا کر رہی ہے اور اسی وجہ سے ماحولیاتی بحران کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہے۔ اسی تناظر میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پرندے چہچہانا بھولتے جاتے ہیں اس ڈر سے
ہواوں میں جو نامعلوم ڈر تقسیم ہوتا ہے (۱۲)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

درختوں کو نئی شادابیاں دیتی رتوں میں
پرندے اور ثمر منسوخ کر دیتا ہے کوئی (۱۳)

.....

دھوپ بھرے اک آنگن میں
پیڑ لگانا بھول گئے (۱۴)

.....

وہی گلی ہے، مکاں ہیں، مگر عجیب ہوا ہے
جو اک شجر تھا پرندوں بھرا، وہی نہیں ہے (۱۵)

.....

وہ جن دنوں میں شجر شانچے بناتے تھے
نئے پرندے یہاں گھونسلے بناتے تھے (۱۶)

.....

پرندوں کی بقا کو سب سے بڑا لاحق خطرہ فضائی آلودگی ہے۔ ممتاز اطہر نے پہلے شعر میں نامعلوم ڈر کا ذکر کر کے ان سب عناصر کا احاطہ کیا ہے جو فضائی آلودگی کا سبب بنتے ہیں۔ فضائی آلودگی کا سبب بننے والے عناصر سے اجنبیت کا اظہار کر کے دراصل انہوں نے شعر کو معنوی وسعت دی ہے۔ تاکہ قاری فضائی آلودگی کے اسباب اپنی فہم کے مطابق مرتب کر سکے۔ دوسرے شعر میں بھی اسی اسلوب کو اپناتے ہوئے "کوئی" کا لفظ استعمال کر کے قاری کے لیے امکانات کے دروازے کھول دیے ہیں۔ اس کو پرندوں کا قاتل تلاش کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

تیسرے شعر میں انہوں نے یہ بات باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ انسان کی ترجیحات میں اب پیڑ لگانا نہیں رہا اور یہ جان کر انجان بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ آنگن دھوپ سے بھرا ہوا ہے لیکن پھر بھی پیڑ نہیں لگائے جا رہے۔ اس شعر میں شاعر نے انسانی بے حسی کو موضوع سخن بنایا ہے۔ اپنے اگلے دو شعروں میں وہ بھی پرندوں اور درختوں کا نوحہ پیش کرتے ہیں۔

ممتاز اطہر نے اپنے اشعار میں سب سے زیادہ پرندوں اور درختوں کی معدومیت کا ذکر کیا ہے۔ ان کے معدوم ہونے کی وجوہات اور ماحول پر پڑنے والے اثرات سے بھی آگاہ کیا ہے۔ انہوں نے اشعار میں استفامیہ انداز

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

اپنا کر قاری کو خود غور کرنے کی دعوت دی ہے۔ ان کے نزدیک فطرت سے انسان کی دوری ماحولیاتی بحران کا سبب بن رہی ہے۔ یہ دوری یوں ہی قائم رہی تو ایک دن دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی اور یہ دشمنی دونوں کی بقا کے لیے خطرہ ثابت ہو گی۔ انسان کو ایک بار پھر سے ماحول کے متعلق اپنے تصورات پر نظر ثانی کرنی چاہیے تاکہ انسان فطرت کا اور اپنا تحفظ کر سکے۔

حوالہ جات

۱۔ ممتاز اطہر، "اک اور منظر" (ملتان: ضوریز پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۸۱

۲۔ ایضاً، ص ۸۱

۳۔ ایضاً، ص ۱۵۳

۴۔ ممتاز اطہر، "دیر تک" (ملتان: ضوریز اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص ۴۰

۵۔ ممتاز اطہر، "اک اور منظر" (ملتان: ضوریز پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۵۵

۶۔ ممتاز اطہر، "دیر تک" (ملتان: ضوریز اکادمی، ۲۰۱۷ء)، ص ۵۶

۷۔ ایضاً، ص ۶۴

۸۔ ایضاً، ص ۱۱۸

۹۔ ایضاً، ص ۱۳۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۵۶

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۷۹

۱۲۔ ممتاز اطہر، "اک اور منظر" (ملتان: ضوریز پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۴۹

۱۳۔ ایضاً، ص ۹۳

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۶۹

۱۵۔ ممتاز اطہر، "دیر تک" (ملتان: ضوریز اکادمی، ۲۰۱۷ء)، ص ۱۱۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۶۱